

رمضان المبارک کے احکام و مسائل

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه ومن والاه الى يوم الدين
اس مضمون میں روزے سے متعلق ضروری احکام و مسائل بیان کیے گئے ہیں، مثلاً..... روزے کے واجبات و آداب کیا ہیں؟ رمضان المبارک میں کون سی دعائیں مسنون ہیں؟ اس کے فوائد اور فضائل کیا ہیں؟ روزہ کن چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے اور کن چیزوں سے نہیں ٹوٹتا؟ اور اسلام میں اس کی اہمیت کیا ہے؟ وغیرہ، مختصر ان باتوں کا ذکر ہوگا۔ وباللہ التوفیق.....
روزے کی اہمیت

روزے کی اہمیت تو اسی سے واضح ہے کہ یہ اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

”بنی الاسلام علی خمس، شهادة ان لا اله الا الله وأن محمداً رسول الله واقام الصلوة وإيتاء الزکوة وصوم رمضان وحج البيت“
(صحیح بخاری، الایمان باب ۱، رقم الحدیث ۸۔ مسلم، الایمان، باب بیان ارکان الإسلام، رقم ۱۶)
”اسلام کی بنیادیں پانچ ہیں: (۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ ادا کرنا (۴) رمضان کے روزے رکھنا (۵) اور بیت اللہ کعبہ کا حج کرنا (اگر استطاعت حاصل ہو جائے)“

روزے کی تعریف

اس کے لغوی معنی تورک جانے کے ہیں اور شرعی اصطلاح میں یہ اللہ کی ایک عبادت ہے جس میں ایک مسلمان اللہ کے حکم سے تمام مظہرات سے طلوع فجر سے غروب شمس تک رکا رہتا ہے۔ مظہرات کے معنی ہیں، روزے کو توڑ دینے والی چیزیں جیسے کھانا، پینا، بیوی سے ہم بستری کرنا۔ یہ ساری چیزیں اگرچہ حلال ہیں لیکن روزے کی حالت میں یہ چیزیں ممنوع ہیں۔ اس لیے اللہ کی رضا کے لیے اللہ کے حکم پر فجر سے لے کر سورج کے ڈوبنے تک ان تمام چیزوں سے بچ کر رہنے کا نام روزہ ہے۔

اس تعریف اور عمل سے ہی روزے کا وہ مقصد واضح ہو جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں روزے کا حکم دیتے ہوئے لعلکم تتقون (البقرہ ۱۸۳) کے الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو۔ تقویٰ کا مطلب ہے دل میں اللہ کا ڈر اور اس کا خوف اس طرح جاگزیں ہو جائے کہ ہر کام کرنے سے پہلے انسان یہ دیکھے کہ یہ جائز ہے یا ناجائز؟ حلال ہے یا حرام؟ اس سے اللہ راضی ہوگا یا ناراض؟

روزے سے یہ تقویٰ کس طرح حاصل ہوتا ہے۔ جب ایک مسلمان روزے کی حالت میں گھر کی چاردیواری کے اندر بھی، جہاں اس کو کوئی دیکھنے والا ہوتا ہے نہ اس کا کوئی مواخذہ کرنے والا، کھاتا ہے نہ پیتا ہے اور نہ بیوی سے اپنی جنسی خواہش پوری کرتا ہے، کیوں؟ محض اس لیے کہ اللہ نے روزے کی حالت میں ان چیزوں سے اسے روک دیا ہے۔ تو پورے ایک مہینے کی تربیت سے۔ بھر طیکہ انسان خلوص دل اور کامل اذعان اور شعور سے کوشش کرے، اس کے دل میں اللہ کا خوف راسخ ہو جاتا ہے اور یہ بات اس کے ذہن میں نقش ہو جاتی ہے کہ جب روزے کی حالت میں اللہ کے حکم سے حلال چیزوں سے بھی میں اجتناب کرتا رہا ہوں، تو جو چیزیں اللہ نے ہمیشہ کے لیے حرام قرار دی ہوئی ہیں، ان کا ارتکاب میرے لیے کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟ یا اگر مجھے اللہ کی رضا مقصود ہے تو میں اللہ کی نافرمانی والے کام کیوں کروں؟ مختلف حالات اور اعتبارات سے لوگوں کی قسمیں

(۱) روزہ ہر عاقل بالغ مسلمان پر فرض ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہے۔

(۲) نابالغ بچے پر روزہ فرض نہیں۔ تاہم ان کی طاقت کے مطابق ان سے روزے رکھوائے جائیں، تاکہ ایک تو وہ اس کے عادی ہو جائیں۔ دوسرے ان کے اندر یہ شعور پختہ ہو جائے کہ بالغ ہونے کے بعد روزہ رکھنا ان کے لیے ضروری ہوگا۔ جیسے حکم ہے کہ سات سال کے بچے کو نماز پڑھنے کی تلقین کی جائے اور دس سال کی عمر میں بچے کو ڈانٹ ڈپٹ کر نماز پڑھوائی جائے۔ اس کا مقصد بھی نماز کی اہمیت و فریضت کا احساس اس کے اندر پیدا کرنا ہے۔

(۳) مریض اگر روزہ رکھنے میں تکلیف محسوس کرے یا روزہ رکھنے سے اس کے مرض میں اضافے کا اندیشہ ہو تو وہ بیماری کی حالت میں روزہ نہ رکھے۔ تاہم چھوٹے ہوئے روزوں کی قضاء بعد میں ضروری ہے۔

(۴) یہی حکم ان عورتوں کے لیے ہے جو حمل سے ہوں یا ان کی گود میں شیر خوار بچہ ہو۔ اگر روزہ رکھنے میں وہ تکلیف محسوس کریں یا بچے کی بہت انہیں کوئی اندیشہ ہو یا ڈاکٹر اس قسم کی ہدایت دے، تو حاملہ اور مرض عورتیں روزہ چھوڑ سکتی ہیں، لیکن بعد میں چھوڑے ہوئے روزوں کی قضاء ضروری ہے۔

(۵) عورتوں کو حیض اور نفاس کے ایام میں روزے رکھنا ممنوع ہیں۔ حیض کا مطلب، ماہواری ہے اور نفاس کا مطلب، زچگی (ولادت) کے ایام ہیں۔ جب تک ولادت کا خون بند نہ ہو جائے، نفاس کی حالت شمار ہوگی۔ اس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن سے اور کم سے کم کا کوئی تعین نہیں۔ جب بھی خون بند ہو جائے، وہ پاک سمجھی جائیں گی اور غسل طہارت کے بعد ان کے لیے نماز اور روزے کا اہتمام (اگر ماہ رمضان ہو) ضروری ہوگا۔ حیض اور نفاس کی حالت میں چھوڑے ہوئے روزوں کی قضاء ضروری ہے۔

(۶) جو شخص روزہ رکھنے پر قادر نہ ہو۔ جیسے کوئی شخص دائمی مریض ہو جس کی صحت یابی کی امید نہ ہو یا بہت بوڑھا آدمی، جس کی طاقت و توانائی ختم ہو چکی ہو۔ یہ دونوں چونکہ روزہ نہیں رکھ سکتے، اس لیے یہ ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں۔ ان کے لیے اطعام مسکین کا فدیہ روزہ رکھنے کے قائم مقام ہو جائے گا۔

(۷) مجنون (پاگل) یا وہ شخص جس کے حوش و حواس مختل ہو جائیں اور اس کے اندر کسی چیز کی تمیز کرنے کا شعور باقی نہ رہے، اسی طرح زیادہ بوہا پے کی وجہ سے کسی کی عقل ماؤف ہو جائے اور وہ بھی ہوش و تمیز سے عاری ہو جائے۔ ظاہر بات ہے کہ یہ تینوں قسم کے افراد روزہ نہیں رکھ سکتے۔ لیکن یہ فدیہ اطعام مسکین کے بھی مکلف نہیں ہیں۔

(۸) کسی شخص کو کوئی اضطراری حالت لاحق ہو جائے۔ جیسے کسی ڈوبتے ہوئے شخص کو چھانے کے لیے دریا یا سمندر میں غوطہ زنی کی ضرورت پیش آجائے۔ یا جلتی آگ میں سے انسانوں کو باہر نکالنے کا کام کرنا پڑ جائے، اس قسم کی اضطراری حالت میں روزہ توڑے بغیر کچھ کرنا مشکل ہو تو روزہ توڑ دینا جائز ہے۔ لیکن بعد میں اس کی قضاء ضروری ہے۔

(۹) مسافر، سفر میں وقت محسوس کرے، تو اس کے لیے روزہ چھوڑنا جائز ہے، اس کی قضاء بعد میں ضروری ہے۔ اسی طرح وہ لوگ جو ہمیشہ ہی سفر پر رہتے ہوں۔ جیسے بسوں، ریلوں وغیرہ کے ڈرائیور یا سلسلہ ملازمت ایک شہر سے دوسرے شہر میں روزانہ سفر کرنے والے حضرات ان کے لیے بھی اگرچہ روزہ چھوڑنا جائز ہے، لیکن روزوں کی قضاء ان کے لیے بھی ضروری ہے۔ اس لیے سفر عارضی ہو یا دائمی، روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کی تورخصت اور اجازت ہے۔ لیکن ان کے لیے روزوں کی معافی نہیں ہے۔ ان کے لیے رمضان کے روزے پورے کرنے ضروری ہیں۔ اگر سفر کی وجہ سے رمضان میں نہیں رکھیں گے تو رمضان کے بعد روزوں کی قضاء ضروری ہے۔

روزے کے ضروری احکام

(۱) وجوب نیت: فرض روزوں کے لیے رات کو روزے کی نیت کرنا ضروری ہے۔ نبی ﷺ کا

”من لم یجمع الصیام قبل الفجر فلا صیام له“

(سنن ابی داؤد، الصیام باب الدینی الصوم)

”جس نے فجر سے پہلے پہلے رات کو روزے کی نیت نہ کی، اس کا روزہ نہیں“

رمضان المبارک میں رات کو ہر مسلمان کی نیت ہوتی ہے کہ اس نے صبح روزہ رکھنا ہے، علاوہ ازیں فجر کے طلوع ہونے سے پہلے پہلے اس نے سحری بھی کھانی ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے نیت تو بہر حال ہوتی ہی ہے، کیونکہ نیت کا محل دل ہے نہ کہ زبان۔ یہی وجہ ہے کہ روزہ رکھنے کی نیت کے کوئی الفاظ نبی ﷺ سے ثابت نہیں ہیں۔ اور یہ جو عام کینڈروں میں روزے کی نیت کے الفاظ لکھے ہوتے ہیں بصوم غد نویت من شہر رمضان بالکل بے اصل ہیں، اس کی کوئی سند نہیں ہے۔ اس لیے ان الفاظ کا پڑھنا گناہ ہے، کیونکہ یہ نبی ﷺ سے ثابت ہی نہیں ہیں۔

(۲) روزے کا وقت: طلوع فجر سے غروب شمس تک ہے۔ صبح صادق سے پہلے پہلے سحری

کھالی جائے اور پھر سورج کے غروب ہونے تک تمام مظرات سے اجتناب کیا جائے۔

(۳) سحری ضرور کھائی جانی: بعض لوگ سحری کھانا ضروری نہیں سمجھتے اور رات کو ہی کھاپی

کر سوجاتے ہیں یا آدھی رات کو کھا لیتے ہیں۔ یہ دونوں ہی باتیں غلط ہیں۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

”فصل ما بین صیامنا وصیام اهل الكتاب اكلة السحر“

(صحیح مسلم، الصیام، باب فضل السحر، رقم ۱۰۹۶)

”ہمارے اور اہل کتاب کے روزے کے درمیان فرق کرنے والی چیز سحری کا کھانا ہے“

یعنی اہل کتاب سحری نہیں کھاتے اور مسلمان سحری کھا کر روزہ رکھتے ہیں۔ اس لیے سحری

ضرور کھانی چاہیے، چاہے ایک کھجور یا چند گھونٹ پانی ہی ہو۔ اس میں برکت بھی ہے اور جسمانی قوت کا

ذریعہ بھی۔ اور یہ دونوں چیزیں روزہ نبھانے کے لیے ضروری ہیں۔ اسی لیے نبی ﷺ نے سحری کو

غداے مبارک سے تعبیر فرمایا ہے۔ (سنن ابی داؤد، الصیام، باب من کی السحر والغداء)

ایک اور حدیث میں فرمایا:

”السحور اكله بركة فلا تدعوه ولو ان يجرع احدكم جرعة من ماء فان

الله عزوجل وملائكته يصلون على المتسحرين“ (الفتح الربانی ۱۶/۱۰)

”سحری کا کھانا باعث برکت ہے اس لیے اسے نہ چھوڑو، چاہے کوئی ایک گھونٹ پانی ہی پی

رمضان المبارک کے احکام و مسائل

لے کیونکہ اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت بھیجتے ہیں، یعنی اللہ رحمت بھیجتا ہے اور فرشتے رحمت و مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔

اسی طرح نبی ﷺ کا معمول اور طریقہ مبارک یہ تھا کہ سحری فجر سے تھوڑی دیر پہلے بالکل آخری وقت میں کھایا کرتے تھے۔ روزے داروں کے لیے اس طریق نبوی کے اپنانے میں بڑے فائدے ہیں۔ مثلاً فجر کی نماز میں سستی نہیں ہوتی۔ سحری سے فراغت کے فوراً بعد نماز فجر کا وقت ہو جاتا ہے۔ انسان آسانی سے جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لیتا ہے۔ اور روزے کی ابتداء اور اختتام کے درمیان وقفہ کم ہو جاتا ہے، جس سے روزے دار کو سہولت مل جاتی ہے، وغیرہ یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے صوم وصال یعنی بغیر کچھ کھائے پیئے بغیر مسلسل روزے رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

(صحیح بخاری، الصیام، باب الوصال، رقم ۱۰۶۲۔ مسلم، باب النہی عن الوصال، رقم ۱۱۰۴)

(۴) روزہ کھولنے میں جلدی کرنا: جلدی کا مطلب، سورج کے غروب ہونے سے قبل روزہ کھولنا نہیں ہے، بلکہ سورج کے غروب ہونے کے بعد بلا تاخیر فوراً روزہ کھولنا ہے۔ جیسے بعض لوگ سورج غروب ہونے کے بعد اتنا اندھیرا چھا جانے کو ضروری سمجھتے ہیں کہ تارے نظر آنے لگ جائیں۔ نبی ﷺ کے زمانے میں یہود و نصاریٰ کا یہی معمول تھا۔ اس لیے آپ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ تم یہود و نصاریٰ کے برعکس سورج کے غروب ہوتے ہی فوراً روزہ کھول لیا کرو۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

”لا يزال الناس بخير ما عجلوا الفطر“

(صحیح بخاری، الصوم بلب تعجيل الافطار، رقم ۱۹۵۔ مسلم، الصیام، باب فضل السحور، رقم ۱۰۹۸)

”وہ لوگ اس وقت تک ہمیشہ بھلائی میں رہیں گے جب تک روزہ کھولنے میں جلدی کریں گے“

(۵) روزہ کس چیز سے کھولا جائے: حضرت انسؓ سے روایت ہے:

”كان رسول الله يفطر على رطبات قبل ان يصلی فان لم تكن رطبات

فعلى تمرات، فان لم تكن حسا حسوات من ماء“

(سنن ابی داؤد کتاب الصیام، باب ما يفطر عليه)

”نبی کریم ﷺ کا معمول تھا کہ نماز مغرب سے پہلے تازہ کھجوروں سے روزہ افطار کرتے،

اگر تازہ کھجوریں نہ ہوتیں تو چھوڑوں سے روزہ کھولتے۔ اگر چھوڑے بھی نہ ہوتے تو پانی کے چند

گھونٹ نوش فرمالتے“

ہمارا معمول اس نبوی معمول سے کتنا مختلف ہے۔ ہمارے ہاں افطاری کے وقت انواع و اقسام

کے پھل فروٹ کے علاوہ چٹ پٹی اور مصالحے دار چیزوں کی بھی فراوانی ہوتی ہے، جس سے معدے میں بھی گرانی ہو جاتی ہے جو صحت کے لیے مضر ہے۔ ہمیں بھی ان تکلفات کی بجائے سادگی کو ہی اختیار کرنا چاہیے، اسی میں انخروی اجر و ثواب بھی ہے اور دنیوی فائدہ بھی۔

(۶) قبولیت دعاء کا وقت: سارا دن اللہ کی رضا کے لیے بھوک پیاس برداشت کرنے اور اپنی جنسی خواہش پر کنٹرول کرنے کی وجہ سے ایک مومن کو اللہ کے ہاں ایک خاص مقام حاصل ہو جاتا ہے، اس لیے افطاری کے وقت قبولیت دعاء کا بھی بہت امکان ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا:

”إِنَّ لِلصَّائِمِ عِنْدَ فِطْرِهِ لِدَعْوَةَ مَا تَرَدُّ“

(سنن ابن ماجہ، الصیام باب فی الصائم لا ترد دعوتہ، رقم ۱۷۵۳)

”افطاری کے وقت روزے دار کی دعا رد نہیں کی جاتی“

(۷) افطاری کے وقت کونسی دعا پڑھی جائے: اس سلسلے میں ایک دعا یہ مشہور ہے ”اللهم لك صمت وعلی رزقك افطرت“ یہ مرسل روایت ہے جو محدثین کے نزدیک ضعیف شمار ہوتی ہے۔ ایک دوسری دعا ہے جو عام کیلنڈروں میں لکھی ہوتی ہے۔ ”اللهم لك صمت و بك امنت وعلیک توكلت وعلی رزقك افطرت“ یہ دعا بالکل بے سند اور بے اصل ہے۔ ایک تیسری دعا ہے جو نبی ﷺ افطاری کے وقت پڑھتے تھے: ”ذهب الظمأ وابتلت الغرؤق و ثبت الاجز إن شاء الله“ (ابوداؤد، باب القول عند الافطار)

”پیاس دور ہوگئی، رگیں تر ہو گئیں اور اگر اللہ نے چاہا تو اجر ثابت ہو گیا“

اس کی سند حسن درجے کی ہے۔ (مشکوٰۃ، الالبانی ۱/۶۲۱) اس لیے بہتر ہے کہ افطاری کے وقت یہی دعا پڑھی جائے۔ اگرچہ شیخ البانی نے دوسری مرسل روایت کو بھی شواہد کی بنا پر قابل قبول قرار دیا ہے۔ لیکن بعض دوسرے علماء شیخ البانی کی اس رائے سے متفق نہیں اور وہ اسے ضعیف ہی قرار دیتے ہیں۔ واللہ اعلم

(۸) روزہ کھلوانے کا ثواب: نبی ﷺ نے فرمایا:

”من فطر صائما او جهز غازيا فله مثل اجره“ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان و محی السنۃ فی ”شرح السنۃ“ و قال صحیح و قال الالبانی، وہو کما قال مشکوٰۃ ۱/۶۲۱)

”جس نے کسی روزے دار کو روزہ کھلویا، یا کسی غازی کو تیار کیا، تو اس کے لیے بھی اس کے

برابر اجر ہے“

روزہ ٹھکانے کا یہ اجر ہر شخص اپنی طاقت کے مطابق حاصل کر سکتا ہے اس کے لیے ہر تکلف دعوت کی ضرورت نہیں۔

روزے دار کے لیے حسب ذیل چیزوں سے اجتناب ضروری ہے

(۱) جھوٹ سے: جیسے نبی ﷺ نے فرمایا:

”من لم يدع قول الزور والعمل به فليس لله حاجة في ان يدع طعامه
وشرابه“ (صحیح بخاری، الصوم، باب من لم يدع قول الزور..... رقم ۱۹۰۳)

”جس شخص نے جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑا، تو اللہ عزوجل کو کوئی ضرورت نہیں ہے کہ ایسا شخص اپنا کھانا پینا چھوڑے“ یعنی اللہ کے ہاں اس کے روزے کی کوئی اہمیت نہیں۔

(۲) لغو اور رفث سے: نبی ﷺ نے فرمایا:

”ليس الصيام من الاكل والشراب وانما الصيام من اللغو والرفث فان
سب احد او جهل عليك فقل اني صائم اني صائم“ (صحیح ابن خزیمہ ۳/۲۴۲، رقم
۱۹۹۶ المتب الاسلامی، ہر دت)

”روزہ صرف کھانا پینا (چھوڑنے کا) نام نہیں ہے۔ روزہ تو لغو اور رفث سے بچنے کا نام ہے
اس لیے اگر تجھ کو کوئی سب و شتم کرے یا تیرے ساتھ جہالت سے پیش آئے تو تو کہہ دے
میں تو بھینسی روزے دار ہوں، میں تو روزے دار ہوں“

لغو بے فائدہ اور بے ہودہ کام کو کہتے ہیں جیسے ریڈیو اور ٹی وی کے لچر اور بے ہودہ پروگراموں
کا سننا اور دیکھنا ہے۔ تماش شطرنج اور اس قسم کے دیگر کھیل ہیں۔ فحش ناول، افسانے اور ڈرامے ہیں
دوست احباب کے ساتھ خوش گپیاں، چغلیاں بے ہودہ مذاق اور دیگر ناشائستہ حرکتیں ہیں۔

رفث کا مطلب، جنسی خواہشات پر مبنی باتیں اور حرکتیں ہیں۔ یہ لغو رفث روزے کی حالت میں
بالخصوص ممنوع ہیں۔ اس لیے تمام مذکورہ باتوں اور حرکتوں سے اجتناب کیا جائے۔

اسی طرح کوئی لڑنے جھگڑنے کی کوشش کرے، گالی گلوچ کر کے اشتعال دلائے۔ تو روزے دار
اس جہالت کے مقابلے میں صبر و تحمل اور درگزر سے کام لے۔ اور دوسرے فریق کو بھی اپنے عمل سے یہ
وعظ و نصیحت کرے کہ روزے کی حالت میں بالخصوص جدال و قتال سے بچنا اور برداشت سے کام لینا چاہیے۔

جھوٹ اور جھوٹ پر عمل کرنے سے اجتناب کا مطلب ہے کہ روزے میں نہ جھوٹی بات کرے
نہ دجل و فریب پر مبنی کوئی حرکت۔ جیسے دکان میں بیٹھ کر گاہکوں سے جھوٹ بولے یا ان کو دھوکہ اور
فریب دینے کی کوشش کرے، جیسا کہ بد قسمتی سے بے شمار دکانداران حرکتوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ یہ

حرفیں ہر وقت ہی ممنوع ہیں۔ لیکن روزہ رکھ کر ان حرکتوں کا ارتکاب تو بہت بڑی جسارت اور غفلت شعاری کا عجیب مظاہرہ ہے۔ ایسے ہی لوگوں کی بابت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔

”کم هن صائم لیس له من صیامه الا الظمأ وکم من قائم لیس له من قیامه الا السهر“ (رواہ الدارمی و قال الالبانی، اسنادہ جید مشکوٰۃ للالبانی ۱/۶۲۶)

”کتھتے ہی روزے دار ہیں جن کو سوائے پیاس کے، روزہ رکھنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور

کتھتے ہی شب بیدار ہیں، جن کو بے خوابی کے سوا، شب بیداری سے کچھ حاصل نہیں ہوتا“

روزے دار کے لیے کون کون سے کام جائز ہیں

(۱) حالت جنابت میں سحری کھا کر روزہ رکھا جاسکتا ہے تاہم نماز کے لیے غسل کرنا ضروری

ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں :

”ان النبی ﷺ کان یدرکہ الفجر وهو جنب من اہله ثم یغتسل ویصوم“ (صحیح بخاری، الصوم، باب الصائم یصح جنبا رقم ۱۹۲۶۔ مسلم، الصیام، باب صحیہ صوم من طلع علیہ الفجر ہو، جنب رقم ۱۱۰۹)

”نبی ﷺ کو (بعض دفعہ) اس طرح فجر ہوتی کہ آپ ہم بستری کرنے کی وجہ سے جنبی

ہوتے، (اسی حالت میں آپ سحری کھا لیتے) اور پھر غسل کر کے روزہ رکھ لیتے“

یعنی جنابت سحری کھانے اور روزہ رکھنے میں مانع نہیں ہے۔ البتہ نماز میں مانع ہے۔ اس لیے نماز

سے قبل غسل ضروری ہے۔

(۲) روزے دار مسواک کر سکتا ہے اس لیے کہ نبی ﷺ نے فرمایا :

”لو لا ان اشق علی امتی لامرتہم بالسواک مع کل صلاۃ“

(صحیح بخاری، کتاب الجمعة، باب السواک یوم الجمعة، مسلم، کتاب الطہارۃ، باب السواک، رقم ۲۵۲)

”اگر میری امت پر یہ بات گرا نہ ہوتی تو میں انہیں حکم دیتا کہ ہر نماز کے ساتھ مسواک کریں“

نبی ﷺ کا یہ فرمان عام ہے جس میں روزے دار اور غیر روزے دار دونوں شامل ہیں۔ اگر

روزے کی حالت میں مسواک کرنا صحیح نہ ہوتا، تو نبی ﷺ اس کی ضرور وضاحت فرمادیتے اور روزے دار

کو مسواک کرنے سے منع فرمادیتے۔ بعض لوگ کہتے کہ روزے دار زوال سے پہلے مسواک کر لیا کرے،

لیکن زوال کے بعد نہ کرے۔ لیکن یہ بے اصل بات ہے ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنے کی تاکید ہے اور

اس سے کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا گیا ہے۔ اس لیے روزے دار ہر وقت مسواک کر سکتا ہے۔ اور مسواک ہی کی

طرح تو تھ پیٹ کر نا بھی جائز ہے۔

(۳) روزے دار کھلی بھی کر سکتا ہے اور ناک میں پانی بھی ڈاک سکتا ہے۔ تاہم روزے کی حالت میں ناک میں پانی ڈالنے میں احتیاط سے کام لے اور اس میں مبالغہ نہ کرے۔ جب کہ عام حالات میں اس میں مبالغہ کرنے کا حکم ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے :

”وبالغ فی الاستنثاق الا ان تکون صائما“

(سنن ابی داؤد، باب الصائم یصب علیہ الماء من العطش.....)

”اور ناک میں خوب اچھی طرح سانس کھینچ کر پانی ڈال، مگر جب کہ تو روزے دار ہو“ یعنی روزے کی حالت میں ناک میں پانی ڈالنا تو جائز ہے، کیونکہ وہ وضوء کا ایک حصہ ہے، لیکن اس میں مبالغہ نہیں کرنا، یعنی سانس کھینچ کر پانی ناک کے اندر لے جانے کی کوشش نہیں کرنا۔

(۴) روزے دار کے لیے بیوی کا بوسہ لینا اور اس سے مباشرت کرنا (معانقہ کر کے بغل گیر ہونا) جائز ہے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے :

”کان النبی ﷺ یقبل ویبایسہ وهو صائم ولكنه کان املکم لاربه“

(صحیح بخاری، الصوم باب، البایسہ للصائم، رقم ۱۹۲۔ مسلم، الصیام باب، بیان ان القبلة

فی الصوم لیست محرمة علی من لم تحرك شموته، رقم ۱۱۰۶)

”رسول اللہ ﷺ روزے کی حالت میں بوسہ لے لیا کرتے تھے، لیکن آپ اپنی حاجت

پوری کرنے میں بہت زیادہ قدرت رکھنے والے تھے“

مطلب حضرت عائشہؓ کا یہ ہے کہ آپ کو اپنے جذبات اور خواہشات پر بڑا کنٹرول حاصل تھا۔ اس لیے بیوی سے بوس و کنار کرتے وقت آپ سے یہ اندیشہ نہیں تھا کہ آپ جذبات محبت میں بے قابو ہو کر اس سے تجاوز کر جائیں گے۔

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ روزے کی حالت میں بیوی سے بوس و کنار اگرچہ جائز ہے۔ لیکن یہ جائز کام صرف وہی شخص کرے جس کو اپنے جذبات پر کنٹرول ہو۔ بصورت دیگر اس سے باز رہے۔ اس بات کو علماء نے اس طرح بیان کیا ہے کہ نوجوان آدمی کے لیے بیوی سے بوس و کنار کمزور ہے اور عمر رسیدہ شخص کے لیے غیر مکرمہ کیونکہ نوجوان سے تجاوز کا خطرہ ہے، بوڑھے آدمی سے تجاوز کا خطرہ نہیں۔

(۵) روزے کی حالت میں ایسا نیکہ لگوانا جائز ہے جس کا مقصد خوراک یا قوت کی فراہمی نہ ہو بلکہ صرف بیماری کا علاج ہو، علاج کے لیے نیکہ بیرونی دوائی کی حیثیت رکھتا ہے، وہ معدے میں جاتا ہے

اور اس سے کوئی خوراک ہی حاصل ہوتی ہے۔

(۶) اسی طرح روزے کی حالت میں سبکی لگوائی جاسکتی ہے۔ یعنی فصد کے ذریعے سے گندہ خون نکلویا جاسکتا ہے۔ دانت نکلویا جاسکتا ہے نبی ﷺ نے روزے کی حالت میں سبکی لگوائی ہے (بخاری)

(۷) آنکھوں میں سرمہ لگانا اور کان یا آنکھ میں دوائی کے قطرے ڈالنا جائز ہے۔ چاہے اس کا اثر حلق میں بھی محسوس ہو۔ لیکن اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ امام بخاری فرماتے ہیں:

”ولم ير انس والحسن وابراهيم بالكحل للصائم باسا“

(صحیح بخاری، باب استعمال الصائم)

”حضرت انسؓ حضرت حسنؓ اور حضرت ابراہیمؓ کے نزدیک روزے دار کے لیے سرمہ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے“

(۸) روزے دار کھانا چکھ سکتا ہے، بشرطیکہ حلق میں نہ جائے۔ اسی طرح دانتوں میں دوائی ملی جاسکتی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

”لا بأس ان يتطعم القدر او الشئ“ (صحیح بخاری، باب استعمال الصائم)

”روزے دار اگر ہانڈی یا کوئی اور چیز چکھ لے، تو کوئی حرج نہیں“

کن کن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

(۱) جان بوجھ کر کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ البتہ بھول چوک سے کھالے گا، یا جبر سے کوئی اس کو کچھ کھلا دے گا، تو روزہ مقرر رہے گا نبی ﷺ نے فرمایا:

”اذا نسي فاكل وشرب فليتم صومه فانما اطعمه الله وسقاه“

(صحیح بخاری، الصوم، باب الصائم اذا اكل او شرب ناسيا، رقم ۱۹۳۳۔ مسلم، الصيام، باب

اكل الناسي وشربه وجماعه لا يبطر)

”جب کوئی بھول کر کھانی لے، تو اس کو چاہیے کہ روزہ پورا کر لے (اس کو توڑے نہیں)

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کھلایا اور پلایا ہے“ حتیٰ کہ بھول کر بیوی سے ہم بستری بھی کر لے گا، تو روزہ نہیں ٹوٹے گا (حوالہ ہائے مذکور)

(۲) جان بوجھ کر تے کرنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ البتہ طبیعت کی خرابی سے خود بخود تے

آجائے، تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

”من ذرعه قئى وهو صائم فليس عليه قضاء وان استنقاه فليقض“

(سنن ابی داؤد، باب الصائم المستقیمی عامدا)

”جس کو خود قے آئی (اس کا روزہ ہر قرار ہے) اس پر قضاء نہیں۔ اور اگر اس نے جان بوجھ کر قے کی، تو اس کو چاہیے کہ وہ قضاء دے“

(۳) بیوی سے ہم بستری کرے گا تو نہ صرف روزہ ٹوٹ جائے گا، بلکہ اس کو اس کی قضاء کے ساتھ ساتھ کفارہ بھی ادا کرنا پڑے گا، اور وہ کفارہ ایک گردن آزاد کرنا، یا بلا ناغہ متواتر دو مہینے کے روزے رکھنا یا ساٹھ مسکین کو کھانا کھلانا ہے (مشفق علیہ کتاب الصوم)

(۴) گلو کو زیا خون یا کوئی اور غذائی مواد کسی ذریعے سے اندر داخل کرنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا، کیونکہ اس کا مقصد پیٹ کے اندر چیز کا پہنچانا ہے، جو مفسد صوم ہے۔

(۵) حیض اور نفاس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ چاہے کسی وقت بھی اس کا آغاز ہو۔

(۶) حالت بیداری میں استبراء بالید (مشت زنی) یعنی ہاتھ سے منی خارج کرنے سے یا بیوی کے ساتھ بوس و کنار کرنے سے منی کا انزال ہو جائے، تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ تاہم احتلام (یعنی خواب میں منی خارج ہو جانے) سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ یہ غیر اختیاری فعل ہے۔ جب کہ پہلی صورتیں اختیاری ہیں۔

(۷) نکسیر پھوٹ جائے یا کسی اور وجہ سے خون بہ جائے، تو اس کی کو دور کرنے کے لیے خون چڑھانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ گویا جسم سے خون کا نکلنا مفسد صوم نہیں البتہ خون چڑھانا مفسد صوم ہے۔
قضاء کے بعض مسائل

(۱) جو روزے بیماری، سفر یا حیض و نفاس کی وجہ سے رہ جائیں۔ رمضان کے بعد بلا تاخیر جلد سے جلد رکھنے چاہئیں۔ تاہم ان کے لیے تواتر ضروری نہیں۔ یعنی وقفے وقفے سے بھی وہ پورے کیے جاسکتے ہیں۔

(۲) جس طرح کوئی شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمے کچھ فرض نمازیں ہوں۔ تو ان کی ادائیگی ضروری نہیں۔ اسی طرح کوئی شخص زندگی میں روزہ رکھنے کی قوت سے محروم ہو جائے، تو اس کی طرف سے زندگی ہی میں اس کے بدلے ایک مسکین کو روزانہ کھانا کھلانا تو ضروری ہے (جیسا کہ پہلے گزرا) تاہم اس کی طرف سے روزوں کی قضاء ضروری نہیں۔

(۳) البتہ کسی کے ذمے نذر کے روزے ہوں اور وہ زندگی میں نہ رکھ سکا ہو، تو ان کی قضاء و رتاء کے لیے ضروری ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

”من مات وعليه صيام صام عنه وليه“

رمضان المبارک کے احکام و مسائل

(صحیح بخاری، باب من مات وعلیہ صوم، رقم ۱۹۵۲۔ مسلم، باب قضاء الصیام عن المیت، رقم ۱۱۴)

”جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمے روزے ہوں، تو وارث اس کی طرف سے

روزے رکھے“

اس حدیث میں فوت شدہ شخص کے ذمے رہ جانے والے روزوں کی قضائی کا جو حکم ہے، دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے، کہ اس کا تعلق نذر کے روزوں سے ہے نہ کہ رمضان کے روزوں سے۔ تاہم بعض علماء نے اس میں دو قسم کے افراد کو اور شامل کیا ہے۔ ایک وہ بیمار، جس کو رمضان کے بعد حالت صحت روزوں کی قضاء کا موقع ملا، لیکن اس نے تساہل سے کام لیا اور روزے نہ رکھے، حتیٰ کہ فوت ہو گیا۔ دوسرا وہ شخص، جس کے روزے سفر کی وجہ سے رہ گئے۔ رمضان کے بعد اسے روزے رکھنے کا موقع ملا، لیکن اس نے بھی تساہل کی وجہ سے روزے نہیں رکھے، حتیٰ کہ فوت ہو گیا۔ ان دونوں کے ذمے بھی فرض روزے رہ گئے جن کی ادائیگی ان کے ورثاء کی ذمہ داری ہے۔

بے نمازی کا روزہ مقبول نہیں

آج مسلمانوں میں نماز جیسے اہم فریضے سے غفلت عام ہے۔ حالانکہ یہ ایسا فریضہ ہے کہ جس سے کفر و اسلام کے درمیان فرق و امتیاز ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

”العهد الذی بیننا و بینہم الصلاة فمن ترکها فقد کفر“

(ترمذی، الایمان، باب ما جاء فی ترک الصلاة، رقم ۲۶۲۱)

”وہ عہد جو ہمارے (مسلمانوں) اور کافروں کے درمیان ہے، وہ نماز ہے، جس نے نماز کو

ترک کر دیا، اس نے کفر کا ارتکاب کیا“

گویا نماز دین کا ستون ہے جس پر دین اسلام کی عمارت استوار ہوتی ہے۔ لیکن مسلمان اتنی شدید غفلت میں مبتلا ہیں کہ بہت سے لوگ روزہ رکھنے کے باوجود نماز نہیں پڑھتے۔ یاد رکھیے! اس طرح روزہ رکھنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔ جب بے نمازی پر کفر کا حکم لگایا گیا ہے، تو کفر کے ساتھ روزہ رکھنے کا کیا مطلب؟ کافر کا تو کوئی عمل مقبول ہی نہیں۔ پھر بے نمازی کا روزہ کیوں کر قبول ہوگا؟۔

قیام اللیل یعنی نماز تراویح کے بعض مسائل

(۱) نبی ﷺ ہمیشہ قیام اللیل یعنی نماز تہجد کا اہتمام فرماتے تھے۔ لیکن ایک رمضان میں آپ نے تہجد کی یہ نماز تین دن باجماعت ادا فرمائی۔ آپ کے ساتھ صحابہ نے بھی نہایت ذوق شوق کے ساتھ تین دن یہ نماز پڑھی۔ چوتھے دن بھی صحابہ قیام اللیل کے لیے آپ کے منتظر رہے۔ لیکن آپ حجرے سے باہر تشریف نہیں لائے۔ اور اس کی وجہ آپ نے یہ بیان فرمائی کہ مجھے یہ اندیشہ لاحق ہو گیا کہ کہیں رمضان

رمضان المبارک کے احکام و مسائل

المبارک میں یہ قیام اللیل تم پر فرض نہ کر دیا جائے۔ اس لیے اس کے بعد یہ قیام اللیل بطور نقلی نماز کے انفرادی طور پر ہو تا رہا۔ نبی ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں یہی معمول رہا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں حضرت تمیم داری اور حضرت ابی بن کعبؓ کو حکم دیا کہ وہ رمضان میں اس قیام اللیل کا باجماعت اہتمام کریں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے حکم پر دوبارہ اس سنت کا احیاء عمل میں آیا، جسے رسول اللہ ﷺ نے خواہش کے باوجود، فرض ہو جانے کے خوف سے، چھوڑ دیا تھا۔

(۲) اس سے معلوم ہوا کہ یہ قیام اللیل فرض یا سنت مؤکدہ نہیں ہے، بلکہ اس کی حیثیت نقلی نماز کی ہے۔

(۳) یہ بھی معلوم ہوا کہ عہد رسالت و عہد صحابہ میں اسے قیام اللیل کہا جاتا تھا یعنی تہجد کی نماز۔ جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نماز تہجد کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے لے کر رات کے آخری پہر، طلوع فجر تک ہے۔ اس وقت کے دوران کسی بھی وقت اسے پڑھا جاسکتا ہے۔

(۴) وقت کی اتنی وسعت اور گنجائش کی وجہ سے اس نماز تہجد کو رمضان المبارک میں عشاء کی نماز کے فوراً بعد پڑھ لیا جاتا ہے تاکہ کم از کم رمضان میں زیادہ سے زیادہ لوگ قیام اللیل کی فضیلت حاصل کر سکیں اور اسی وجہ سے اس کی جماعت کا بھی اہتمام ہوتا ہے، کیونکہ فرد افراد ہر شخص کے لیے اس کا پڑھنا مشکل ہے۔

(۵) بعد میں اس قیام اللیل کو تراویح کا نام دے دیا گیا اور اسے رمضان کی مخصوص نماز سمجھا جانے لگا۔ حالانکہ یہ رمضان کے ساتھ مخصوص ہے اور نہ یہ رمضان کی کوئی مخصوص نماز ہی ہے۔ یہ قیام اللیل یا نماز تہجد ہی ہے جس کا پڑھنا سارا سال ہمیشہ ہی مستحب اور اہل صلاح و تقویٰ کا معمول رہا ہے۔ اس لیے اسے اول وقت میں اور باجماعت پڑھنے یا نیا نام رکھنے کی وجہ سے، تہجد سے مختلف نماز سمجھنا بالکل بے اصل اور بلا دلیل بات ہے۔

(۶) نبی ﷺ کا قیام اللیل یا نماز تہجد میں کتنی رکعت پڑھنے کا معمول تھا؟ اس کی وضاحت صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ وہ وتر کے علاوہ آٹھ رکعت اور وتر سمیت گیارہ رکعت ہے۔

”ماکان النبی ﷺ یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی لحدی عشرۃ رکعۃ“

(صحیح بخاری، التہجد، باب قیام النبی باللیل فی رمضان وغیرہ، رقم ۱۱۳۷۔ مسلم، صلاۃ

المسافرین، باب صلاۃ الرجل وعدد رکعات النبی ﷺ، رقم ۷۳۹)

”نبی ﷺ ہر رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے“

حضرت عائشہؓ نے یہ وضاحت ابو سلمہؓ کے اس سوال پر فرمائی تھی کہ نبی ﷺ کی رمضان میں (رات کی نماز) کس طرح ہوتی تھی، اس سوال کے جواب میں کہا گیا کہ گیارہ رکعات ہی آپؐ ہمیشہ

رمضان المبارک کے احکام و مسائل

پڑھا کرتے تھے، تو رمضان کے ساتھ غیر رمضان کا ذکر کر کے یہ بات سمجھا دی کہ جو غیر رمضان میں آپ کی تہجد کی نماز ہوتی تھی، وہی رمضان میں آپ کی تراویح ہوتی تھی۔

نبی ﷺ نے تین راتیں جو باجماعت قیام اللیل فرمایا، ان میں بھی آپ نے آٹھ رکعات اور تین وتر ہی پڑھائے۔ (قیام اللیل، لمروزی، اول کتاب قیام رمضان، ص ۵۵ المکتبہ الاثریہ، سانگلہ ہل)

حضرت عمرؓ نے حضرت تمیم داری اور حضرت ابی بن کعبؓ کو باجماعت پڑھانے کا جو حکم دیا، وہ بھی گیارہ رکعتوں کا ہی تھا جو صحیح سند سے ثابت ہے (موطأ امام مالک، باب ماجاء فی قیام رمضان ۱۱۵، طبع بیروت)

(۷) رمضان کے قیام اللیل یا تراویح میں ۲۰ رکعتوں کا معمول سنت نبوی کے خلاف ہے اور اس کے ثبوت میں جتنی روایات پیش کی جاتی ہیں، وہ سب ضعیف ہیں۔ جس کا اعتراف علمائے احناف کو بھی ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو موطأ امام محمد، باب قیام شہر رمضان، ص ۱۳۸، طبع مصطفائی ۱۲۹ھ نصب الراية، علامہ زلیعی حنفی، ج ۲ ص ۱۵۳ طبع المجلس العلمی، دابھیل، سورت بھارت، مرآة الفاتح ملا علی قاری حنفی ج ۳ ص ۱۹۲، ۱۹۳ مکتبہ اداویہ ملتان، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، علامہ بدر الدین عینی حنفی، ج ۷ ص ۷۷ طبع منیریہ، مصر۔ امام ابن ہمام حنفی، فتح القدر، شرح ہدایہ، ج ۱ ص ۳۳۳۔ حاشیہ صحیح بخاری، مولانا احمد علی سارنپوری، ص ۱۵۴، ج امام ابن نجیم حنفی، البحر الرائق ج ۲ ص ۷۲۔ علامہ طحاوی حنفی، حاشیہ در مختار، ج ۱ ص ۲۹۵۔ رد المحتار (فتاویٰ شامی) علامہ ابن عابدین حنفی، ج ۱ ص ۳۹۵۔ سید احمد حموی حنفی، حاشیہ الاشبہ، ص ۹ علامہ ابو السعود حنفی، شرح کنز الدقائق، ص ۲۶۵ حاشیہ کنز الدقائق، مولانا محمد احسن نانوتوی، ص ۳۶۔ مرقا الفلاح، شرح نور الايضاح، ابو الحسن شربلانی، ص ۲۴۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ما ثبت فی السنۃ ص ۲۹۲۔ مولانا عبدالحق کھنوی حنفی نے اپنے متعدد حواشی میں اس کی صراحت فرمائی ہے مثلاً عمدۃ الرعاۃ ج ۱ ص ۲۰۔ تعلیق المجد ص ۱۳۸۔ تھمۃ الاخیار ص ۲۸، طبع لکھنؤ حاشیہ ہدایہ ج ۱ ص ۱۵۱ طبع قرآن محل کراچی، مولانا انور شاہ کشمیری کی صراحت کے لیے ملاحظہ ہو فیض الباری، ج ۱ ص ۴۲۰۔ العرف الغذی، ص ۳۰۹۔ کشف الاستر عن صلاة الوتر ص ۲۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، مصنفی شرح موطأ قاری مع مسوی، ص ۷۷ طبع کتب خانہ رحیمیہ دہلی، ۱۳۳۶ھ وغیر ہا من الکتب۔

ان تمام مذکورہ کتابوں میں سے بعض میں اگرچہ بعض صحابہ کے عمل کی بنیاد پر ۲۰ رکعات تراویح کا جواز یا استحباب ثابت کیا گیا ہے، لیکن دو باتیں سب نے متفقہ طور پر تسلیم کی ہیں کہ تراویح کی مسنون تعداد ۸ رکعات اور وتر سمیت گیارہ رکعات ہی ہیں نہ کہ بیس یا اس سے زیادہ، دوسری بات یہ کہ ۲۰ رکعات والی حدیث بالکل ضعیف اور ناقابل اعتبار ہے۔

رمضان المبارک کے احکام و مسائل

(۸) تراویح نفل نماز ہے اور ایک مومن نوافل ادا کرتا ہے تو اس سے اس کا مقصد اللہ کی رضا اور اس کا خصوصی قرب حاصل کرنا ہوتا ہے۔ لیکن عام مساجد میں جس طرح قرآن مجید تراویح میں پڑھا اور سنا جاتا ہے اور جتنی سرعت اور برق رفتاری سے رکوع سجود اور قومہ وغیرہ کیا جاتا ہے۔ کیا اس طرح قرآن کریم اور نماز کا حلیہ بگاڑنے سے اللہ کے قرب کی توقع کی جاسکتی ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ تیزی اور روانی میں قرآن کریم کے سارے اعجاز، فصاحت و بلاغت اور اس کے انذار و تہنیت کا بڑا غرق کر دیا جائے، اور اسی طرح نماز کی ساری روح مسح کر دی جائے اور پھر امید رکھی جائے کہ ہمیں اجر و ثواب ملے گا، اللہ راضی ہو جائے گا اور ہم اس کے قرب خصوصی کے مستحق ہو جائیں گے۔ یہ سراسر بھول اور فریب نفس ہے، شیطان کا بھکاؤ اور اس کا وسوسہ ہے، ہماری نادانی اور جہالت ہے۔

اگر ہم چاہتے ہیں کہ رمضان کے قیام اللیل (تراویح) کی وہ فضیلت ہمیں حاصل ہو جو نبی ﷺ نے بیان فرمائی ہے کہ:

”من قام رمضان ايماناً واحتساباً غفر له ما تقدم من ذنبه“

(بخاری باب فضل من قام رمضان، رقم ۲۰۰۹)

”جس نے ایمان و احتساب کے ساتھ رمضان (کی راتوں) میں قیام کیا، اس کے پچھلے گناہ

معاف ہو جائیں گے“

تو اس کے لیے ضروری ہے کہ قرآن مجید میں حُسن تجوید اور ترتیل کا اور اسی طرح نمازوں میں ارکانِ اعتدال کا اہتمام کریں، جیسا کہ ان دونوں باتوں کی تاکید ہے۔ اس کے بغیر قرآن کا پڑھنا سننا کارِ ثواب ہے، اور نہ تراویح و شبیعوں کے اہتمام کی ہی کوئی اہمیت ہے۔

آخری عشرہ اور اعتکاف

رمضان المبارک کے آخری عشرے کی بڑی اہمیت ہے۔ ایک تو اس میں نبی ﷺ نہ صرف خود شب بیداری کا خصوصی اہتمام فرماتے، بلکہ اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے۔ دوسرے..... اس میں لیلۃ القدر بھی آتی ہے جس کی فضیلت خود قرآن کریم میں بیان کی گئی ہے۔ تیسرے، اس میں اعتکاف بھی کیا جاتا ہے، جس کا نبی ﷺ اتنا اہتمام فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ آپ اعتکاف نہیں بیٹھ سکے تو آپ نے سوال کے مہینے میں دس دن کا اعتکاف فرمایا۔ اور جس سال آپ کی وفات ہوئی، اس سال آپ نے دس دن کی جائے ۲۰ دن اعتکاف فرمایا۔

☆ اعتکاف دس دن مسنون ہے، تاہم اپنی فراغت کے حساب سے کمی بیشی بھی جائز ہے۔

☆ اس کا آغاز ۲۰ رمضان کی شام سے ہوتا ہے مختلف مغرب کے وقت مسجد میں آجائے

اور رات مسجد میں گزارے اور صبح نماز فجر کے بعد اپنی جائے اعتکاف میں داخل ہو۔
صدقۃ الفطر کے ضروری مسائل

رمضان کے آخر میں صدقۃ الفطر بھی ضروری ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے۔

”فرض رسول اللہ ﷺ زكاة الفطر صاعا من تمر او صاعا من شعير
على العبد والحر والذکر والانثى والصغير والكبير من المسلمين وامر بها ان
تؤدى قبل خروج الناس الى الصلوة“

(صحیح بخاری، الزکاة باب فرض صدقۃ الفطر۔ مسلم، الزکاة، باب زکاة الفطر علی المسلمین، رقم ۹۸۴)

”رسول اللہ ﷺ نے زکاة الفطر مقرر فرمائی ہے، ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو، غلام ہو یا
آزاد، مرد ہو یا عورت، چھوٹا ہو یا بڑا، یہ ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اور آپ نے یہ بھی حکم دیا کہ اسے
نماز عید کے لیے نکلنے سے پہلے ادا کیا جائے“

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل معلوم ہوئے۔

(۱) صدقۃ الفطر کے لیے صاحب نصاب یا صاحب حیثیت ہونا ضروری نہیں ہے۔ یہ ہر مسلمان
پر فرض ہے، امیر ہو یا غریب، غریب بھی صدقۃ الفطر ادا کرے، اللہ تعالیٰ دوسرے لوگوں کے ذریعے
سے اسے اس پر پھر لوٹا دے گا۔

(۲) ہر چھوٹے بڑے حتیٰ کہ غلام اور نوکر چاکر پر بھی فرض ہے۔ ان کے بڑے اور آقا چھوٹوں
اور ماتحتوں کی طرف سے صدقۃ الفطر ادا کریں۔

(۳) اس کی مقدار ایک صاع ہے۔ اور ایک صاع حجازی ڈھائی کلو کا ہوتا ہے۔ ہر شخص کی طرف
سے ڈھائی کلو غلہ ادا کیا جائے۔ بھرے کہ کئی بخش نکالی جائے لیکن اس کی قیمت ادا کرنا بھی جائز ہے۔

(۴) اس کے مستحق وہی لوگ ہیں جو ذکوۃ کے مستحق ہوں مساکین و غریب اور یتیم و یتیم گان وغیرہ۔

(۵) اسے نماز عید کے لیے نکلنے سے پہلے ادا کیا جائے۔ بعض لوگ عید گاہ پہنچ کر وہاں ادا کرتے
ہیں ایسا کرنا صحیح نہیں ہے۔

(۶) اسے عید سے دو تین دن قبل بھی ادا کیا جاسکتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے عید الفطر

سے ایک یا دو دن پہلے ادا کر دیا کرتے تھے۔ كانوا يعطون قبل الفطر بيوم او يومين (صحیح

بخاری باب صدقۃ الفطر علی الحر والملتوک، کتاب الزکاة، رقم ۱۵۱۱)